انٹرویو

انجینئر عبدالقدوس سلفی حفظہ اللہ

انٹرویو نگار: جناب حافظ عمار سعیدی/ جناب حافظ فیضان فیصل

سوال: اپنا مکمل نام، کنیت اور نسبت وغیرہ سے آگاہ فرمائیں۔

جواب: میرا مکمل نام عبدالقدوس ساجد ہے۔ سلفی کا لاحقہ زمانہ طالبعلمی میں خود ساتھ لگایا، پھر یہی معروف ہوا۔ کنیت ابوعبدالرب ہے۔

سوال: اپنا سنِ پیدائش اور جائے پیدائش بتائیں، مختصراً خاندانی پس منظر بھی ذکر کر دیں۔

جواب: سنِ پیدائش 1959ء ہے۔ جائے پیدائش ملتان ہے۔ ذات ہماری بھٹہ ہے۔ یہی سندھ میں جا کر بھٹو ہو جاتی ہے۔

میرے دادا مولانا عبدالعزیز ڈیروی رحمہ اللہ شیخ الکل مولانا نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ کے آخری تلامذہ میں سے تھے۔ ان کے بعد مولانا عبدالوہاب دہلوی رحمہ اللہ سے پڑھا۔ جید عالم اور مناظر تھے۔ ڈیرہ غازیخان میں اہلِ حدیث کی پہلی اینٹ انھوں نے رکھی۔ مولانا ابوحفص عثمانی رحمہ اللہ جو جامعہ سلفیہ کے شیخ الحدیث تھے، انھی کے ہاتھ پر اہلِ حدیث ہوئے۔

والد صاحب حافظ گل محمد رحمہ اللہ چھوٹے ہی تھے جب دادا جی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔ والد صاحب دین کا زیادہ علم نہ پڑھ سکے۔ لیکن انھوں نے اپنے چھوٹے بھائی مولانا شاکر محمد ڈیروی رحمہ اللہ کو پڑھایا۔

مولانا شاکر محمد ڈیروی رحمہ اللہ جامعہ رحمانیہ دہلی سے سندِ فراغت حاصل کرنے کے بعد ڈیرہ غازیخان آ گئے اور تاحیات اپنے والد کی مسجد جامع مسجد عزیزیہ میں امامت وخطابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔

میرے والد صاحب رحمہ اللہ کے چچا زاد مولانا مشتاق احمد ڈیروی رحمہ اللہ بھی پائے کے عالم تھے، مختلف مدارس میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے۔ اسی طرح خاندان کے دو بھائی مولانا عبدالکریم ڈیروی اور مولانا عبدالرشید بقراط رحمہما اللہ دونوں استاذ العلماء تھے۔ انھیں بھی ہمارے والد صاحب رحمہ اللہ نے پڑھایا۔

اس کے بعد یہ خاندان دنیا کے جھمیلوں میں گم ہو گیا۔ اِلا ماشاءاللہ۔ حال ہی میں خاندان کے ایک بچے حبیب الرحمٰن کے مدینہ یونیورسٹی میں داخلے پر بہت خوشی ہوئی۔

سوال: اپنا تعلیمی سفر بالتفصیل بیان فرمائیں۔

جواب: میری باقاعدہ تعلیم تو دنیاوی ہی ہے۔ انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور سے الیکٹریکل انجینئرنگ میں ڈگری حاصل کی۔

دینی تعلیم کا بچپن سے شوق تھا۔ بے قاعدہ طور پر مختلف علماء سے استفادہ کرتا رہا۔ ملتان میں جب تھا تو مولانا سلطان محمود محدث جلال پوری رحمہ اللہ سے بہت استفادہ کیا۔ مولانا عبدالکریم ڈیروی رحمہ اللہ سے بلوغ المرام کا بعض حصہ پڑھا۔

ملتان ہی سے سوا دو گھنٹے کا سفر کر کے مولانا پروفیسر حافظ عبداللہ بہاولپوری رحمہ اللہ کی خدمت میں جاتا رہا۔

جب انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور میں داخلہ ہو گیا تو زیادہ مواقع میسر آئے۔ ڈاکٹر حافظ عبدالرشید اظہر رحمہ اللہ، مولانا عبدالرحمٰن مدنی حفظہ اللہ اور ان کی وساطت سے کئی علماء سے رابطہ قائم ہوا۔

مولانا حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ سے دورہ تفسیر کیا۔ مصطلح الحدیث اور صحیح بخاری کے بعض ابواب سبقاً سبقاً پڑھے۔ الفقہ الاکبر اور الفقہ الاصغر دونوں بحثیں حافظ عبدالرشید اظہر رحمہ اللہ سے پڑھیں۔ شیخ عبداللہ ناصر رحمانی اور مفتی عبیداللہ خان عفیف حفظہما اللہ سے بھی بخاری کے بعض ابواب پڑھے۔

دیگر کبار مشایخ سے حتی الامکان استفادہ کرتا رہا اور کوئی موقع ضائع نہ کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ درس و تدریس، خطبہ جمعہ اور ذاتی مطالعے کا سلسلہ بھی چلتا رہا۔

کچھ عرصہ پہلے شیخ الحدیث مولانا رفیق اثری ﷾ سے اجازۃ الروایۃ حاصل کی۔ مجموعۃ علماء اہل الحدیث کے اجلاس میں شیخ عبدالستار الحماد ﷾ کی سندِ حدیث لینے کا شرف بھی حاصل ہوا۔ اس کے علاوہ درسِ نظامی یا دینی مدرسے کی کوئی باقاعدہ سند نہیں ہے۔

سوال: خطابت کی طرف میلان کیسے ہوا؟ بیک وقت خطیب بھی ہونا اور انجینئر بھی، کیسا تجربہ ہے؟

جواب: انجینئرنگ یونیورسٹی میں ہی خطابت کی طرف میلان ہوا۔ پروفیسر حافظ محمد سعید ﷾ کی رفاقت سے یہ ذوق پروان چڑھا۔ وہ مجھے مختلف مساجد میں جمعہ کے لیے بھیج دیا کرتے۔ بلکہ میرا تو انجینئرنگ کا موڈ نہیں تھا، صرف علمی اور دعوتی شوق مجھے وہاں کھینچ لایا۔

رہا سوال کا دوسرا حصہ تو ظاہری بات ہے یہ دوہری ذمہ داری ہے۔ لیکن اس کا بہت بڑا فائدہ یہ ہوا کہ میں علم اور اہلِ علم سے جڑا رہا، ذاتی مطالعہ بھی جاری رہا جبکہ عام سرکاری نوکری کرنے والا شخص یہ کام نہیں کر سکتا۔

دوسری بات کہ ہماری معاشرتی نفسیات ایسی ہے کہ خطیب سے زیادہ انجینئر اور ڈاکٹر کی سنی جاتی ہے۔ لوگ جب دیکھتے ہیں کہ خطیب صاحب انجینئر بھی ہیں تو وہ بات غور سے سنتے ہیں، اگرچہ میں خود اس رجحان کو پسند نہیں کرتا۔

ایک اور اہم بات یہ ہے کہ ڈاکٹر یا انجینئر نے بھی اگر ثقہ علماء سے پڑھا ہو تب ہی وہ خطابت کا فریضہ انجام دے، بصورت دیگر ذاتی اور محدود مطالعہ کے بل بوتے پر انجینئرز اور ڈاکٹرز حضرات کا خطبہ دینا مناسب نہیں۔ الحمد للہ! مستقل دینی تعلیم نہ ہونے کے باوجود میں سمجھتا ہوں میں نے پختہ علماء سے پڑھا ہے۔ علماء کے اختلافات، دلائل اور آراء کو کس طرح عوام کے سامنے رکھنا ہے، اس کا علم بہت ضروری ہے۔

اور سب سے بڑھ کر یہ ذوق کی بات ہے۔ میرا چونکہ شروع سے ہی دینی ذوق رہا، اسی لیے میرا تجربہ بھی خاصا خوشگوار ہے۔

سوال: ازواج و اولاد کی تفصیل ذکر کر دیں۔ عالمہ فاضلہ ہم سفر ہونے کے زندگی پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: زوجہ اول مولانا عبدالرحمٰن کیلانی ﷫ کی صاحبزادی ہیں۔ ان سے چار بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ سب حافظ قرآن ہیں اور یہ فیض ان کی والدہ سے منتقل ہوا ہے جو حافظہ بھی ہیں، عالمہ بھی اور کئی مدارس یا کلاسز چلا رہی ہیں۔ الحمد للہ! ان کی بدولت مشنری جذبہ بیدار رہا اور ہر موڑ پر سہارا ملتا رہا۔

عقدِ ثانی 2011ء میں خاندان کی ہی ایک بیوہ خاتون سے صلہ رحمی کی نیت سے کیا۔

کل دو بیویاں اور چھ بچے ہیں۔ الحمد للہ.

سوال: گھریلو معمولات اور مشاغل پر کچھ بتانا چاہیں گے؟ کوئی مفید تجویز جو آپ سمجھتے ہوں کہ روزمرہ کی زندگی میں بہت مدد و معاون ہو سکتی ہے۔

جواب: آٹھ گھنٹے دفتر کی ڈیوٹی ہے۔ مسجد میں درس و تدریس اور خطبہ کے معاملات ہیں۔ باقی معمولاتِ زندگی بھی چلتے رہتے ہیں۔ فیملی کا ایک وٹس ایپ گروپ ہے جس میں نمازوں اور دیگر معاملات کی رپورٹ لیتا رہتا ہوں۔

تجویز یہ ہے کہ اپنے مشاغل کو منظّم کرنا چاہیے، میں خود اس میں کوتاہی کرتا ہوں۔ طے شدہ نظام الاوقات کے مطابق زندگی گزارنی چاہیے۔

سوال: روحانی طور پر کس شخصیت سے بہت متاثر ہوئے؟ تحریر اور تقریر میں کن شخصیات کو پسند کرتے ہیں؟

جواب: روحانی طور پر مولانا یحیٰی عزیز میر محمدی ﷫ سے بہت متاثر ہوا۔ بہت سادہ، متقی اور ہر دلعزیز شخصیت تھے۔

تحریر میں مولانا اسماعیل سلفی ﷫ کے شہ پاروں سے بہت محظوظ ہوتا ہوں اور اس کے بعد اپنے سسر محترم مولانا عبدالرحمٰن کیلانی ﷫ کی تحریر کو بہت پسند کرتا ہوں۔ روانی، سلاست اور استدلال کی قوت بے مثال ہے۔

سوال: کھانے اور لباس میں کیا پسند کرتے ہیں؟

جواب: کھانے میں کدو گوشت پسند ہے، سنت بھی ہے اور طبی لحاظ سے بھی مفید ہے۔

لباس شلوار قمیص ہی پہنتا ہوں۔ ساتھ ٹوپی، جناح کیپ یا کالی پگڑی بھی پہن لیتا ہوں۔

سوال: وٹس ایپ پر کون سا مجموعہ آپ کا پسندیدہ ہے؟

جواب: وٹس ایپ کے مجموعات میں ''مجموعہ علماء اہل الحدیث'' کو ترجیح دیتا ہوں۔ ''اللجنة العلمية من علماء الدعوة السلفية'' اور ''مجلس التحقیق الإسلامی'' بھی نظر میں رہتے ہیں۔

سوال: کون سی دعا بہت کثرت سے مانگتے ہیں؟

جواب: دعاؤں میں "ربنا هب لنا من أزواجنا وذريتنا قرة أعين واجعلنا للمتقين إماما" میرا مستقل وظیفہ ہے، اس کے علاوہ جب بھی ذکر اذکار کے لیے بیٹھوں تو دعا: "اللهم اكفني بحلالك عن حرامك وأغنني بفضلك عمن سواك" بے ساختہ و بلا ارادہ ہی منہ سے نکل آتی ہے۔

سوال: زندگی کے سب سے زیادہ یادگار لمحات کون سے تھے؟

جواب: زندگی کے سب سے یادگار لمحات وہی ہیں جو انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور میں گزرے۔ ہاسٹل لائف تھی، مکمل آزادی تھی۔ فکری و منہجی مباحث، تنظیمی امور اور مطالعہ وغیرہ سب انہی دنوں میں جوبن پر تھا۔

سوال: زمانہ طالبعلمی میں آپ کا مختلف فکری مکاتب سے واسطہ رہا، اس حوالے سے کچھ بتائیں۔

جواب: ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم سے تو دو بدو گفتگو ہوئی تھی۔ ان کے دروس بھی شوق سے سننے جایا کرتا تھا۔

مسعود احمد بی ایس سی صاحب سے ان کے گھر میں طویل گفتگو ہوئی، کافی دیر خط و کتابت بھی چلتی رہی۔

کیپٹن ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی صاحب سے تو گہری شناسائی تھی، جب ان کا منہجی سقم واضح ہوا تو ان کو چھوڑنا پڑا۔

حزب التحریر کے افراد سے بھی زمانہ طالبعلمی میں ملاقاتیں رہیں۔

ان سب مناقشوں کی تو بہت طویل داستان ہے جو پھر کسی وقت سناؤں گا۔ الغرض ان سب جماعتوں کو بہت قریب سے دیکھا ہے اور مجھ پر ان کے مناہج کی غلطیاں بلکل واضح ہیں۔

سوال: پسندیدہ موضوعات/دلچسپی کا میدان کون سا ہے؟

جواب: پسندیدہ موضوعات میں امارت، خلافت، جماعت اور اس قسم کے دیگر منہجی مباحث شامل ہیں۔

سوال: کوئی تصنیفی و تالیفی کام بھی کیا ہے؟ اس بارے میں بتلائیں؟

جواب: تصنیفی و تالیفی کام خاص نہیں ہے۔ بعض چھوٹے چھوٹے پمفلٹس زمانہ طالبعلمی میں لکھے تھے۔ تقلید کیا ہے؟، مجلسِ ذکر کی شرعی حیثیت، یہ تیسری عید وغیرہ۔ اپنے مربی مولانا پروفیسر عبداللہ بہاول پوری رحمہ اللہ سے متاثر ہوکر اپنے ان پمفلٹس میں مکالمے کا اسلوب اپنایا۔ یہ پمفلٹس مختلف اوقات میں چھپتے رہے، اب شاید ان پر بین لگ چکا ہے۔

اسی طرح ایک مکالمہ ''مجلة الدعوة'' میں چھپا تھا: ''داتا کون ہے؟'' کے عنوان سے۔ ''یا علی مدد'' اور ''وسیلہ'' پر بھی چھوٹے چھوٹے کتابچے لکھے جو بڑے بھائی عبدالصبور بھٹہ صاحب (ملتان) نے چھاپے تھے اور غالبا شیخ عبدالمنان راسخ حفظہ اللہ کے پاس ان کی کاپیاں محفوظ ہیں۔

جب جماعة الدعوة بنی تو ایک کتاب ''سلفیت و جمہوریت'' کے عنوان سے لکھی لیکن وہ ''اسلاف کی سیاست'' کے نام سے چھپی۔ یہ بھی دوبارہ نہ چھپ سکی۔

سوال: تنظیم سازی برصغیر میں تحریک اہلِ حدیث کے خمیر میں ہے، دوسری جانب عرب علماء کے فتاوی موجود ہیں۔ کیا تطبیق دیں گے؟

جواب: تنظیم سازی عرب کا مسئلہ ہی نہیں۔ وہاں ولی الامر بذات خود تمام معاملات کی ذمہ داری لیتا ہے، سب اس کی سمع و اطاعت میں کام کرتے ہیں۔ لہٰذا وہاں تنظیم سازی کی حاجت ہی نہیں۔

یہاں کا ماحول یہ تھا کہ انگریزوں کے دور میں علماء نے شرعی نقطہ نظر سے امارت کے مسئلے پر غور کیا تو تین مکاتبِ فکر سامنے آئے۔

ایک مولانا عبدالوہاب دہلوی رحمہ اللہ کا تصورِ امامت تھا جنھوں نے حدیث ((بدء الإسلام غريبا...)) سے استدلال کرتے ہوئے جماعت غرباء اہلِ حدیث کی بنیاد ڈالی۔ انھوں نے ہندوستان میں کئی

سنتوں کو زندہ کیا جس میں گائے کی قربانی کی سنت قابلِ ذکر ہے۔ یہ با قاعدہ بیعت لیتے تھے اور اپنی امامت کو بالکل شرعی تصور کرتے تھے۔

دوسرا مکتبہ فکر مولانا ثناء اللہ امرتسری ﷫ وغیرہم کا تھا جنھوں نے ''آل انڈیا اہلِ حدیث کانفرنس'' کے نام سے تنظیم بنائی۔ یہ دعوتی و تبلیغی مقاصد کے لیے ادارتی سطح کا ایک نظم تھا۔ مرکزی جمعیت اہلِ حدیث اسی کا تسلسل ہے۔

تیسرا مکتبہ فکر ان دونوں کے درمیان تھا کہ نہ جماعت غرباء اہلِ حدیث کی طرح امامتِ کبری کا تصور ہو اور نہ محض ادارتی نظم بنایا جائے۔ یعنی تنظیم سازی شرعی بنیاد پر ہو لیکن امامتِ صغری کا تصور ہو۔ جس طرح سفر کا امیر ہوتا ہے جسکی سمع واطاعت کی جاتی ہے لیکن بیعت نہیں۔ مولانا محمد شریف گھڑیالوی ﷫ اور روپڑی خاندان کا یہ نظریہ تھا۔

تینوں طرح کے نظم با قاعدہ چلتے رہے۔ تنظیم سازی پر کبھی اہلِ حدیث میں اختلاف نہیں ہوا البتہ نوعیت میں اختلاف رہا۔ اب جا کر بعض حضرات نے عرب علماء کے فتاوی کو غلط رنگ دے کر تنظیم سازی کی شرعی حیثیت پر سوال اٹھانے شروع کر دیے ہیں۔ جبکہ عرب علماء بھی دینی تناظیم کو درست سمجھتے ہیں بشرطیکہ تعصب وتحزب سے پاک ہوں۔ اور یہ موقف بالکل درست ہے۔

سوال: برصغیر میں تحریک اہلِ حدیث کا امام اعظم کسے سمجھتے ہیں؟

جواب: برصغیر میں تحریک اہلِ حدیث کا امام اعظم تو بلا شک شیخ الکل مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی ﷫ ہیں اور شاید اس میں دوسری رائے نہ ہو۔ لیکن ان سے پہلے شاہ ولی اللہ ﷫ کا خانوادہ تحریک اہلِ حدیث کی اصل بنیاد بنا۔

سوال: تنظیمی سفر کا آغاز کیسے ہوا؟ سلفیہ رائزنگ انجینئرز کا کیا کردار ہے؟

جواب: میرے دادا جی مولانا عبدالعزیز ڈیروی ﷫ آل انڈیا اہلِ حدیث کانفرنس کے با قاعدہ رکن تھے۔ اسی پلیٹ فارم سے چائنہ تک گئے تبلیغ کے لیے۔ درباروں پر جا کر تقاریر کیا کرتے تھے۔ پھر چچا جی شاکر محمد ڈیروی ﷫ بھی تاحیات مرکزی جمعیت اہلِ حدیث ڈیرہ غازیخان کے امیر رہے۔ اس لیے تنظیمی وابستگی تو خمیر میں تھی۔

زمانہ طالبعلمی میں اسلامی جمعیت طلبہ کا ہی زیادہ ولولہ تھا، ان کے ساتھ کام کرتے تھے لیکن کٹر اہلِ حدیث ہونے کی وجہ سے ان کے ساتھ کبھی بنی نہیں۔

غالبا 1977ء میں جب جمعیت طلبہ اہلِ حدیث کی بنیاد رکھی گئی تو ملتان کا یونٹ میں نے بنایا تھا۔

پھر اہلِ حدیث یوتھ فورس بنی تو اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا بلکہ علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید ﷫ نے با قاعدہ ٹاسک دیا کہ اس کا دستور مرتب کروں۔ لیکن پروفیسر حافظ عبداللہ بہاول پوری ﷫ کے تربیت یافتہ ہونے کی وجہ سے جمہوری نظم کے ساتھ چل نہ سکے۔

محمد خان نجیب شہید ﷫ جو اہلِ حدیث یوتھ فورس کے صدر تھے انھوں نے بارہا کہا کہ ہمارے ساتھ کام کریں لیکن میرا جواب یہی ہوتا تھا کہ جمہوریت نکال دیں تو حاضر ہوں۔

پھر میں نے خود احباب کے ساتھ مل کر ''سلفیہ رائزنگ انجینئرز'' کے نام سے یونیورسٹی کی سطح پر ایک نظم بنایا۔ اس میں ہم نے شرعی امارت کا تصور دیا۔ یہ بہت عرصہ چلتا رہا، آج کل المحمدیہ اسٹوڈنٹس کو ہی اس کا تسلسل سمجھیں۔

''سلفیہ رائزنگ انجینئرز'' جب بنی تو پروفیسر حافظ محمد سعید صاحب ﷾ سعودی عرب پڑھنے گئے ہوئے تھے۔ وہ واپس آئے تو تنظیم قائم تھی۔ یہ اتنی زبردست ثابت ہوئی کہ WAMY (ورلڈ اسمبلی آف مسلم یوتھ) کے اندر بھی اس کی رجسٹریشن ہوگئی۔ سلفیہ رائزنگ کے اس وقت کے امیر شاہد رسول سعودیہ میں اس کانفرنس میں شرکت بھی کرنے گئے۔

مختصر بات یہی ہے کہ ''مرکز الدعوۃ والارشاد'' کی بنیاد بننے والی جماعت یہی ''سلفیہ رائزنگ انجینئرز'' تھی۔ میں پروفیسر حافظ محمد سعید صاحب کو مزاحاً کہا کرتا ہوں کہ اصل شرعی امیر تو میں ہوں۔

سوال: ''مرکز الدعوۃ والارشاد'' کے بننے کی بنیادی وجہ کیا تھی؟

جواب: یہ تو معروف بات ہے کہ مرکزی جمعیت اہلِ حدیث کے

دھڑے بن گئے تھے۔ ایک وقت میں ان دھڑوں کی باہمی چپقلش بہت زیادہ ہوگئی اور عام اہلِ حدیث خاصے مایوس بھی ہوئے۔ اس میں ہم پروفیسر حافظ عبداللہ بہاول پوری ؒ کے نظریہ امارت سے خاصے متاثر تھے۔

دوسری طرف جہادِ افغانستان شروع ہوا تو افغان مجاہدین بھی تعاون کی اپیلیں لے کر آنا شروع ہوئے، اس وقت کی موجودہ جماعتوں سے انھیں خاطر خواہ فائدہ نہ ہوا۔

تو ابتداء میں پھر ہم نے مجاہدین کی معاونت کی غرض سے ادارتی سطح پر ''مرکز الدعوۃ والارشاد'' قائم کی جو رفتہ رفتہ ایک منظّم جماعت کی صورت اختیار کرگئی۔ اس کی ایک الگ داستان ہے۔

سوال: ''جماعۃ الدعوۃ'' کا نظریہ امارت کیا ہے؟

جواب: جماعت کا نظریہ امارت بنیادی طور پر اہلِ حدیث کے تیسرے (روپڑی) مکتبِ فکر کا نظریہ شرعی امارت ہے، بلکہ اس میں جہاد کا عنصر شامل ہونے سے مزید پختگی آئی ہے۔

اس وقت سید بدیع الدین شاہ راشدی ؒ بھی ہمارے ساتھ تھے اور فرماتے تھے کہ جماعت ہوتی وہی ہے جو جہاد کرے۔

تو میں سمجھتا ہوں یہ ایک معتدل قسم کا نظریہ امارت ہے کہ نہ تو امارتِ کبریٰ کی طرح بیعت وغیرہ کا نظام ہو اور نہ ہی صدارتی نظام بلکہ شرعی امارت کا تصور ہے جس میں سمع و اطاعت، جہاد، شرعی عدالت اور کسی حد تک بیت المال وغیرہ کا تصور بھی موجود ہے۔

سوال: پروفیسر حافظ محمد سعید صاحب ﷻ کی شخصیت میں بطور عام انسان اور بطور رہنما کیا صفات پاتے ہیں؟

جواب: پروفیسر حافظ محمد سعید صاحب ﷻ کے ساتھ اسلامی اخوت کا ایسا گہرا تعلق تھا کہ ان کے بغیر چین نہیں آتا تھا۔ انتہائی ملنسار، نرم خو اور خوش اخلاق شخصیت ہیں۔ ذاتی مشاہدے کی بات ہے کہ بڑے بڑے مخالف بھی حافظ صاحب کے دوبدو بیٹھتے ہیں تو موم ہوجاتے ہیں۔

اور انہی شخصی اوصاف کا اثر ان کی قیادت پر بھی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ شرعی اور اخلاقی اعتبار سے کسی قائد کی جو لازمی صفت ہونی چاہیے وہ ہے قیام اللیل اور میں نے تو جتنا وقت ان کے ساتھ گزارا، سفر ہو کہ حضر، رات بھلے ہی جس وقت سوئیں ان کی تہجد کبھی چھوٹتے ہوئے نہیں پائی۔

سوال: ''جماعۃ الدعوۃ'' کے دیگر جماعتوں سے کیا فکری و عملی امتیازات ہیں؟

جواب: فکری امتیاز یہ ہے کہ یہ کتاب و سنت کی نمائندہ جماعت ہونے کے ساتھ ساتھ امارت کے شرعی تصور پر قائم ہے لیکن حکومت سے مل کر نہ کے اس کے خلاف، یہ خیر کا بہت بڑا پہلو ہے۔

عملی اعتبار سے اولوا الامر کی اجازت سے جہادِ شرعی کا فریضہ سر انجام دے رہی ہے۔ الحمد للہ۔ خدمت اور فلاحِ انسانیت کا کام تو بیان کا محتاج نہیں ہے۔ اور ایک بہت عظیم کام بلوچ اور دیگر قبائل کی باغیانہ سرشت کچل کر انھیں قومی دھارے میں شامل کرنا ہے۔ والحمد للہ کثیرا۔

سوال: ''متحدہ جمعیت اہلِ حدیث'' کے بارے میں بتلائیے۔ ''جماعۃ الدعوۃ'' نے علیحدگی کیوں اختیار کی؟

جواب: جس وقت ''مرکز الدعوۃ والارشاد'' کے پلیٹ فارم سے کام شروع ہوا تو بڑی بڑی کانفرنسز ہوتی تھیں ''اہلِ حدیث کا منہج دعوت و جہاد'' اور ''اہلِ حدیث کی سیاست خلافت و امارت'' کے عنوان کے تحت، جس میں سید بدیع الدین شاہ راشدی، یحییٰ عزیز میر محمدی، پروفیسر عبداللہ بہاول پوری، محمد حسین شیخوپوری ؒ و دیگر بزرگ آتے تھے۔

ان کانفرنسز کے نتیجے میں ملک میں فضا بن گئی کہ اہلِ حدیثوں کا شرعی نظم قائم ہونا چاہیے۔

لہٰذا ''مرکزی جمعیت اہلِ حدیث'' کے دونوں دھڑوں نے مل کر راوی روڈ میں علماء کا اجلاس بلایا جس میں سید بدیع الدین شاہ ؒ اور ''مرکز الدعوۃ والارشاد'' کے کسی رہنما کو دعوت نہیں دی گئی۔

اس اجلاس میں مولانا یحییٰ عزیز میر محمدی ؒ کی امارت پر اتفاق ہوگیا اور اتحاد کا نام ''متحدہ جمعیت اہلِ حدیث'' رکھا گیا۔

پروفیسر حافظ محمد سعید ﷻ کو علم ہوا تو انھوں نے حافظ یحییٰ عزیز میر

محمدی رحمہ اللہ سے ملاقات کی اور پوچھا کہ آپ واقعی شرعی امیر ہیں؟

حافظ صاحب رحمہ اللہ کہنے لگے کہ کچھ عرصے کے لیے امیر بنایا ہے تا کہ امیر کے لیے انتخاب کرواؤں۔ حافظ سعید صاحب کہنے لگے گویا چیف الیکشن کمشنر بنایا گیا ہے آپ کو۔

حافظ یحییٰ صاحب ہنس پڑے اور کہنے لگے جیسا بھی ہوں بہر حال امیر ہوں لہٰذا آپ بھی ساتھ شامل ہو جائیں۔ حافظ سعید صاحب نے تحفظات کا اظہار کیا تو حافظ یحییٰ صاحب رحمہ اللہ فرمانے لگے: میں جمہوری انتخاب نہیں بلکہ علماء کو بلا کر شرعی انتخاب کرواؤں گا اور تب تک سب جماعتوں پر مشتمل مجلس عاملہ بناتا ہوں۔ سو حافظ سعید صاحب نے شرعی امارت کی شرط پر آمادگی کا اظہار کر دیا۔

اب جب حافظ سعید صاحب اور حافظ عبدالسلام بھٹوی صاحب حفظہما اللہ مجلسِ عاملہ کے اجلاس میں شرکت کے لیے گئے تو بھی ناپسند کیا گیا۔

پھر جب الیکشن ہوئے تو مولانا معین الدین لکھوی رحمہ اللہ کھڑے ہو گئے۔ پروفیسر حافظ محمد سعید صاحب نے استفسار کیا تو حافظ یحییٰ عزیز رحمہ اللہ فرمانے لگے: دیکھیں وہ ان کی پرانی سیٹ ہے، اس کے ذریعے بھی دین کی خدمت ہی ہوگی، آپ اپنا منہج برقرار رکھیں۔

حافظ سعید صاحب نے اپنے موقف پر مبنی اداریہ لکھا اور حافظ یحییٰ صاحب رحمہ اللہ کی اجازت سے شائع کر دیا۔ اس کے بعد تقریباً راہیں جدا جدا ہوگئی۔ بالآخر حافظ محمد یحییٰ عزیز میر محمدی رحمہ اللہ نے ''مرکز الدعوۃ والارشاد'' سے علیحدگی کا اعلان کر دیا۔

سوال: اس وقت اہلِ حدیث کے اتحاد کی کیا صورت ہوسکتی ہے؟

جواب: اس وقت اتحاد کی بجائے اشتراک کی بات کرنی چاہیے۔ کیونکہ جو تنظیمیں بن چکی ہیں وہ سب اپنی ایک تاریخ رکھتی ہیں، ان کو ختم کرنا تو ناممکن ہے۔

لہٰذا یہ ہوسکتا ہے کہ سب جماعتیں بعض مشترکہ امور پر جمع ہو جایا کریں، یہ کوششیں جاری بھی ہیں اور مزید بھی ہونی چاہییں۔ البتہ تنظیموں کو ہی یکسر ختم کر دینا تقریباً ناممکن ہے۔

سوال: سید بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ کی علیحدگی کی کیا وجوہات تھیں؟

جواب: معاملہ کچھ یوں تھا کہ سندھ میں تو شاہ صاحب رحمہ اللہ کی جماعت موجود تھی۔ پروفیسر حافظ محمد سعید صاحب حفظہ اللہ کی پالیسی یہ تھی کہ سندھ میں ہم اپنا نظم قائم نہیں کریں گے، کیونکہ یہاں شاہ صاحب رحمہ اللہ شرعی امیر ہیں۔ لہٰذا جو نوجوان ٹریننگ وغیرہ لے کر آتے انھیں حافظ صاحب شاہ صاحب رحمہ اللہ کے پاس بھیجتے کہ ان ہی کی ہدایات کی روشنی میں کام کریں۔

ہوتا یوں تھا کہ یہاں سے مجلۃ ''الدعوۃ'' سندھ بھی جایا کرتا تھا اور وہاں تقسیم ہوتا تھا۔ تو لوگوں نے شاہ صاحب رحمہ اللہ سے شکایت کی کہ مرکز الدعوۃ والوں نے تو باقاعدہ اپنا نظم قائم کر کے لٹریچر پھیلانا شروع کر دیا ہے۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ نے فوری نوٹس لیا اور حافظ محمد سعید صاحب سے پوچھا۔ حافظ صاحب نے کہا کہ یہ الگ نظم قطعاً نہیں ہے بلکہ دعوتی کام ہے اور جو جوان ٹریننگ سے آئے ہوئے فارغ ہیں انھیں متحرک کرنے کا ایک طریقہ ہے۔ اگر آپ کہیں تو روک دیا جائے۔

لیکن اس کے بعد اندر کی داستان کافی لمبی چوڑی ہے، مختصر یہی ہے کہ بعض ساتھیوں نے معاملہ بہت ابھارا۔ سو یہ خلا پر نہ ہو سکا اور شاہ صاحب رحمہ اللہ بد دل ہو گئے۔ پھر شیخ عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ نے ایک علیحدہ معسکر عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ بھی بنا لیا۔

اس کے بعد پروفیسر حافظ محمد سعید صاحب حفظہ اللہ نے بھی اپنا باقاعدہ نظم شروع کیا اور کراچی میں مرکز بنایا۔

سوال: جماعت کے حوالے سے ایک اشکال یہ بھی ہے کہ جن لوگوں (یعنی عرب کے جہادی قائدین) کے جنازے پڑھے، ان کے منہج کے خلاف کام بھی بہت کیا، اس حوالے سے کیا کہیں گے؟

جواب: مسئلہ یہ ہے کہ جب تک حقائق کا اصل علم نہ ہو تو کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ خود سعودیہ عرب کا حال اس معاملے میں کسی سے مخفی نہیں۔

اور معلوم بات ہے کہ ایک وقت تک جملہ اہل اسلام ان کے حق میں تھے۔ جب ان کا منہجی سقم واضح ہو گیا تو پھر ان سے برات کر دی گئی۔ عرب علماء پہلے سمجھ گئے اور یہاں شعور دیر سے آیا۔

لہٰذا جذبہ جہاد کے تحت ان کا جنازہ پڑھا گیا، اور راہ چلتے ایک بات کہ کسی کا جنازہ پڑھ لینے سے منہج میں کوئی بگاڑ نہیں آتا، صحابہ کرام نے خوارج کے جنازے پڑھے ہیں۔

الحمد للہ جماعت نے معاملہ واضح ہو جانے کے بعد عملاً کامل لاتعلقی کا اثبات کیا ہے۔ اب سطحی قسم کی ضد ہے کہ پہلے والے سب معاملات کی تردید کریں، یہ جماعتی امور اور ضوابط سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔

الحمد للہ جماعت کا منہج بالکل واضح ہے اور تردید کے لیے کافی ہے۔ یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ یہ مسئلہ صرف جماعۃ الدعوۃ کا نہیں، سب جماعتوں کا ہے۔ اور اس وقت جو اہلِ حدیث مجلسِ عمل بنائی گئی تھی اس میں پروفیسر حافظ محمد سعید صاحب اور پروفیسر ساجد میر صاحب دونوں شامل تھے۔

سوال: مسلکی حوالے سے بھی جماعت پر اعتراضات ہوتے ہیں، جماعت کی مسلک اہلِ حدیث سے تمسک کی کیا نوعیت ہے؟

جواب: یہ ایک خوامخواہ کا اعتراض ہے صرف اس وجہ سے کہ اس کے نام میں لفظ اہلِ حدیث نہیں ہے۔

مصر، انڈونیشیا اور دیگر علاقوں میں کتنی ہی سلفی جماعتیں ہیں جن کے نام میں اہلِ حدیث یا سلفی وغیرہ نہیں۔

اور پھر جماعت کے قائدین حتی کہ عام کارکن کا مسلک و منہج بالکل واضح اور معروف ہے۔

جماعت کے مدارس، مساجد، نصاب اور معسکرات وغیرہ کے نظام پر انتہائی کافی وشافی دلائل ہیں۔

سوال: کہا جاتا ہے کہ جماعۃ الدعوۃ نے بندے مروائے ہیں اور کامیابی کوئی نہیں سمیٹی، یہی لڑکے مدارس وغیرہ میں پڑھ کر بہت کام کر سکتے تھے۔ اس پر کچھ ارشاد فرمائیں۔

جواب: شروع شروع میں جب جہاد کا کام شروع ہوا تو مدارس کے لڑکے ہی تھے جو بھاگ بھاگ کر جہاد کی طرف جاتے تھے اور اساتذہ انھیں روکتے تھے۔ اب وہ لڑکے جذباتی ہو جاتے اور کہتے کہ دیکھو ہمارے استاد ہمیں جہاد سے روکتے ہیں۔ اس سے ایک تو جماعت کے بارے میں سوچ پختہ ہوگئی کہ علماء کے گستاخ ہیں۔

اس میں مدارس اگر خود ترغیب دیتے اور طلبہ کی صلاحیتوں کے مطابق چھانٹی کرتے تو مفید ہوتا۔ دوسری طرف جماعت نے بھی یہ نہیں کیا کہ اساتذہ کرام سے اجازت کی شرط رکھتے اور ان کو اعتماد میں لیتے۔

رہا اب یہ کہنا کہ لڑکے مروا دیئے تو جہاد تو مرنے مروانے کا ہی نام ہے۔ شہادتوں کے باقاعدہ اثرات ہیں الحمد للہ، کشمیری پروفیسر حافظ محمد سعید صاحب کے نعرے لگاتے ہیں تو کیا یہ اثرات نہیں ہیں؟

اور کامیابیوں کے حوالے سے یہ بات بالکل واضح ہو جانی چاہیے کہ ''جماعۃ الدعوۃ'' اس وقت عالمی سطح پر اسلام کی نمائندہ جماعت بن کر کھڑی ہے نہ کہ صرف اہلِ حدیث کی۔ حافظ عبدالرحمٰن مدنی حفظہ اللہ جو جماعت کے مخالف ہیں، انھوں نے مجھے کہا کہ مجھے اس بات کی بہت خوشی ہے کہ ''جماعۃ الدعوۃ'' اسلام کی نمائندگی کرتی ہے۔ اور دیکھیے سیدھی سی بات ہے کہ پورا عالمِ کفر اور عالمی میڈیا جس جماعت کا نام لیتا ہے، آخر وہ کوئی چیز ہے تو اس کا نام لیا جاتا ہے۔ اسے آپ ناکامی کہتے ہیں؟

اور پھر کتنے اسکولز، مدارس اور دعوتی و رفاہی کام جس انتظام و انصرام سے چل رہے ہیں، یہ سب کامیابیاں ہی تو ہیں الحمد للہ۔

بلوچستان اور سندھ کے دور دراز گمنام علاقے آج اللہ کے فضل سے کتاب وسنت کی بستیاں ہیں۔ سمجھنا چاہیے کہ ہر کامیابی میڈیا کے ذریعے پھیلائی نہیں جاتی، الحمد للہ بہت کام ہو رہا ہے۔ ثم الحمد للہ!

سوال: چندے کے حوالے سے جماعت خاصی بدنام ہے اور رہنماؤں کی بڑی گاڑیوں پر بھی لوگوں کو تحفظات ہیں۔ اس بارے میں کچھ کہیں۔

جواب: یہ بے کار قسم کی باتیں ہیں۔ چندے کا جتنا منظم حساب کتاب اس جماعت میں ہے وہ کہیں اور نہیں ملے گا۔ اور دیگر سب جماعتیں اپنی حالت سے بھی خوب واقف ہیں۔

رہی بات گاڑیوں وغیرہ کی تو یہ ضرورت ہیں۔ ان کا کام سب

کے سامنے ہے، ملک کے طول وعرض میں بھاگم بھاگ سب کام کرنے ہوتے ہیں حتی کہ بعض اوقات نیندیں بھی گاڑیوں میں پوری ہونی ہوتی ہیں۔ لہٰذا یہ ضد کہ پبلک ٹرانسپورٹ وغیرہ استعمال کریں، بالکل سطحی باتیں ہیں۔

سوال: جماعت کے بارے میں معروف ہے کہ انھوں نے ٹی وی اور تصویر کے معاملے میں یوٹرن لیا۔ کیا واقعی جماعت نے ان چیزوں کی بابت نظریہ بدلا ہے؟ جماعت کا موجودہ موقف کیا ہے؟

جواب: ٹی وی اور تصویر کے بارے میں بالکل یہ بات درست ہے کہ جماعت کا اس حوالے سے انتہائی سخت موقف ہوا کرتا تھا۔ لیکن اس کا اثر یہ ہوا کہ عالمی سطح پر بڑا سخت پراپیگنڈہ ہوا کہ چونکہ یہ دہشت گرد ہیں لہٰذا منظرِ عام پر نہیں آتے اور یہ بہت مضبوط پوائنٹ تھا حتی کہ جماعت کے سالانہ اجتماع کے بعد صحافیوں کی ٹیم نے پروفیسر حافظ محمد سعید صاحب ﷾ سے باقاعدہ میٹنگ کی اور کہا یہ بات آپ کی بقا کے لیے ناگزیر ہے۔

حافظ صاحب نے انتہائی کراہت کے ساتھ آمادگی ظاہر کی۔ حافظ صاحب خود مثال دیا کرتے ہیں کہ یہ تصویر اور ٹی وی کا مسئلہ تو ہمارے ساتھ یوں نتھی ہو گیا ہے جیسے انسان کے ساتھ قضائے حاجت کا معاملہ ہے۔ یہ کسی شخص کا اپنا شوق نہیں ہوتا لیکن بشری حاجت ہے۔

پھر ظاہر ہے ایک چیز جب شروع ہوئی تو لوگوں نے اسے خوب پھیلایا۔ مسئولین نے اسے شوقیہ اختیار کرنا شروع کر دیا جو کہ بہت سنگین غلطی ہے۔ حافظ صاحب کو حکماً اس بات سے منع کرنا چاہیے۔ یہ ایک سنگین فتنہ اور بے برکتی کے اسباب میں سے ہے۔

سوال: کہا جا رہا ہے کہ جمہوریت ہی مرکزی ''جمعیت اہلِ حدیث پاکستان'' اور ''جماعۃ الدعوۃ پاکستان'' کے درمیان بنیادی اختلاف تھا، ''ملی مسلم لیگ'' کے بن جانے کے بعد اختلاف ختم ہو جانا چاہیے۔ آپ کیا سمجھتے ہیں، واقعی یہ اتحاد کی جانب ایک قدم ہوسکتا ہے؟

جواب: اصل میں یہ ایک بنیادی غلط فہمی ہے۔ اختلاف برقرار ہے اور وہ یہ کہ کیا جمہوریت اسلامی ہوسکتی ہے؟ ''جماعۃ الدعوۃ'' اب بھی یہی کہتی ہے کہ جمہوریت اسلامی نہیں ہو سکتی جبکہ ''مرکزی جمعیت اہلِ حدیث'' کے نزدیک یہ اسلامی شورائیت کی ہی ایک شکل ہے، اسی لیے ان کا دستور بھی جمہوری ہے۔

جو الیکشن ہیں یہ ایک وقتی ضرورت اور ہنگامی کیفیت ہے، ہم نے منہجی طور پر اسے نہیں اپنایا۔ تو یہ فرق بالکل واضح ہے کہ ایک صحیح سمجھ کر حصہ لے رہا ہے اور ایک غلط سمجھتے ہوئے۔

ہاں عوام کو چونکہ اس کے پس منظر کا علم نہیں تو عملاً وہ یہی سمجھتے ہیں کہ دونوں کا منہج ایک ہو گیا ہے، کچھ لوگ اس کو رجوع بناتے پھرتے ہیں اور کچھ دلائل ڈھونڈتے پھرتے ہیں حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں۔

سوال: جماعتی قائدین کے اپنے بچے باہر پڑھتے ہیں اور جہاد نہیں کرتے۔ کیا یہ اعتراض درست ہے؟

جواب: یہ الزام کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ جماعت کے تمام قائدین کے بچے جہادی ٹریننگ کر چکے ہیں یا کر رہے ہیں۔ کئی قائدین کے بچے شہید بھی ہیں۔ رہی بات پروفیسر حافظ محمد سعید ﷾ کے بیٹے کی تو حافظ صاحب نے کئی دفعہ محاذ پر بھیجا ہے لیکن جسمانی فزیک کی وجہ سے واپس آنا پڑا۔

سوال: جماعت کے مسئولین اور کارکنان کو کیا نصیحت کریں گے؟

جماعت کے عام محبین کے لیے کیا پیغام دیں گے؟

عام شخص کا مختلف جماعتوں سے تعامل کتنا اور کیسا ہونا چاہیے؟

جواب: جماعت کے مسئولین اور کارکنان کو تو یہی نصیحت ہے کہ اپنی جماعت کا امیج خود خراب نہ کریں۔ جیسے تصویر کا معاملہ ہے۔ اور دوسری بات کہ چندہ تو آ ہی جانا ہوتا ہے، آپ کی پہلی ترجیح تربیت ہونی چاہیے۔ اخوتِ اسلامی کو پروان چڑھائیں۔

عام محبین جو ہیں وہ ''پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ'' کے تحت خیر کے کاموں میں تعاون کرتے رہیں۔

عام شخص کو تمام جماعتوں سے خیر وتقوی کے کاموں میں حسبِ استطاعت تعاون کرنا چاہیے۔

سوال: جماعت کا ایک امیج یہ بھی ہے کہ علماء کے گستاخ ہیں،

مساجد پر قبضے کرتے ہیں وغیرہ۔ اس بارے میں کیا کہیں گے؟

جواب: یہ امیج بنا دیا گیا ہے، کارکنان کی تربیت اس نہج پر قطعاً نہیں ہے۔ اس کی ایک وجہ تو پہلے ذکر ہو چکی ہے۔

دوسری بات کہ جماعت کے کام کی نوعیت ایسی ہے کہ اس میں علماء پیچھے اور جوان پیش پیش رہتے ہیں۔ لہٰذا اس طرح کے بعض واقعات ہو بھی جاتے ہیں لیکن جماعت کی قیادت کی طرف سے کبھی اس کی حوصلہ افزائی نہیں کی جاتی بلکہ حافظ محمد سعید صاحب خود کارکنان کی کھچائی کرتے ہیں۔

مساجد کے معاملات میں بھی بنیادی بات یہ ہے کہ انتظامیہ اور عوام الناس جماعت کے کام کو پسند کرنے والے ہوتے ہیں لیکن قانونی کاروائی مرکزی جمعیت اہلِ حدیث کرتی ہے، سو جھگڑا ہو جاتا ہے۔

بہت دفعہ حافظ صاحب بنفس نفیس نوٹس لے کر معاملہ حل کرواتے ہیں جس کی تازہ مثال اسلام آباد میں مسجد دارالسلام ہے۔

سوال: ماضی قریب میں ہی ایک طبقے نے علماء کی تبدیع وتحذیر کا بیڑہ اٹھایا ہے۔ ان لوگوں پر کچھ کہنا چاہیں گے؟

ان حضرات اور عرب علماء میں جماعت کا عام امیج خروج اور تشدد پسندانہ ہے جبکہ دوسری جانب ملک کے اندرونی حلقوں میں ضرورت سے زیادہ وفاداری حتی کہ ارجاء تک سے منسوب کیا جاتا ہے۔ اس دو دھاری تلوار میں جماعت کا حقیقی سروائیول ہے کیا؟

جواب: یہ مسئلہ اصل میں کبار علماء میں نہیں ہے بلکہ ان کا نام لینے والے کچھ لوگوں نے بطورِ مشغلہ اسے اپنا لیا ہے۔ سلفیت کا ایک محدود پیمانہ مقرر کر کے سب کو خارج فرماتے رہتے ہیں۔ یہ ایک خطرناک چیز ہے اور ایسے لوگ اب پاکستان میں بھی پیدا ہو رہے ہیں۔ ان کے اس تبدیع وتحذیر کے منہج کی زد میں برصغیر کے جملہ کبار علماء آ جاتے ہیں، چند ایک کا تو نام لے کر وہ ہرزہ سرائی کر چکے ہیں۔

یہ انتہائی غلط رجحان ہے، اس سے بچنا چاہیے۔

رہا سوال کا دوسرا حصہ تو دیکھیں کہ سعودی عرب میں ملوکیت ہے، سمع واطاعت اور بیعت کا سلسلہ ہے۔ اس کے برعکس یہاں جمہوریت اپنے محاسن کے ساتھ موجود ہے۔

وہ حضرات جب اپنے اصولوں کے تحت دیکھتے ہیں تو احتجاج وغیرہ کو بھی خروج پر محمول کرتے ہیں، اس کے برعکس یہاں کے لوگ جمہوری ذہن (جس میں ہے ہی اپوزیشن، للکار، ٹکراؤ، بغاوت وغیرہ) سے پرکھتے ہیں تو انھیں ارجاء نظر آتا ہے۔

اور یہ چیز بذاتِ خود جماعت کے اعتدال پر ہونے کی دلیل ہے۔

الغرض جماعت کا منہج یہی ہے کہ یہ خروج اور ارجاء کے درمیان ''اہل السنۃ والجماعۃ'' کے طریقے پر قائم ہیں۔ نہ تو حاکمِ وقت کے خلاف خروج اور بغاوت کے قائل ہیں اور نہ ہی ہر سیاہ کو سفید کہنے کے قائل ہیں۔ احسن طریقے سے نصیحت کرنے کو صحیح گردانتے ہیں۔

سوال: جامع مسجد اقصی، جہاں آپ خطیب ہیں؛ اس کا تعارف کروائیے۔

جواب: جامع مسجد اقصی F-6/3 میں واقع ہے جو اسلام آباد کا سب سے وی آئی پی سیکٹر ہے۔

یہیں دو ساتھی تھے جنھوں نے بفضل اللہ کتاب و سنت کی راہ اختیار کی۔ ایک شعیب طارق صاحب جو صدر مشرف کے پرنسپل سیکرٹری طارق عزیز صاحب کے بیٹے تھے اور دوسرے شاہد منہاس صاحب جو میجر امین منہاس صاحب کے صاحبزادے ہیں۔

ان دونوں کو جب اللہ نے ہدایت دی تو انھوں نے دیکھا کہ مقامی مساجد میں نماز سنت کے مطابق نہیں ہوتی۔ مساجد کے ائمہ سے بحث مباحثہ بھی کرتے رہے لیکن کوئی مطمئن نہ کر سکا۔ ان دونوں نے مل کر یہاں پلاٹ حاصل کرنے کی درخواست دی۔ شعیب طارق صاحب درمیان میں چھوڑ کر چلے گئے لیکن شاہد منہاس صاحب لگے رہے۔ 2003ء میں الحمدللہ مسجد کے لیے پلاٹ الاٹ ہو گیا۔ درس اور خطبہ تو 1999ء سے ایک تھڑے پر جاری تھا۔

2007ء میں تعمیر مکمل ہوئی تو انتظامیہ کے اصرار پر میں فیملی کے ساتھ یہیں شفٹ ہو گیا۔

سوال: جامع مسجد اقصی کی تنظیمی پالیسی کیا ہے؟

جواب: جامع مسجد اقصی آزاد مسجد ہے۔ میرا اپنا تعلق اگرچہ جماعۃ الدعوۃ سے ہے لیکن مسجد کو میں نے صرف اور صرف اہلِ حدیث کی مسجد سمجھا ہے۔ ہر اہلِ حدیث تنظیم اپنا پروگرام کرنے میں آزاد ہے۔ تمام تنظیموں کے علماء بھی دروس کے لیے تشریف لاتے رہتے ہیں۔تمام علماء سے انتہائی احترام اور محبت والا تعلق ہے۔

سوال: سنا ہے آپ نے مسجد کے بورڈ سے لفظ ''اہلِ حدیث'' ہٹوا دیا تھا۔اس کی کیا وجہ بنی؟

جواب: اس کے بورڈ سے لفظ ''اہلِ حدیث'' ہٹوانے کی ایک اہم وجہ تھی۔ ہماری تجوید کی ایک کلاس ہوتی تھی جس میں بڑے بڑے آفیسرز شرکت کرتے تھے جن میں پی ٹی اے کے ڈائریکٹر صاحب بھی تھے۔ انھوں نے ایک دن بتلایا کہ میں اہلِ حدیث نہیں تھا لیکن ایک دفعہ بعض دوست مجھے یہاں جمعہ کے لیے لائے جس سے میرا ذہن بدلا اور میں نے سنت کے مطابق نماز شروع کر دی۔ بعد میں کسی دن میں آیا تو میں نے غور کیا کہ مسجد اقصی کے بورڈ پر کونے میں اہلِ حدیث بھی لکھا ہوا ہے۔ میں نے سوچا کہ اگر پہلی دفعہ میری نظر پڑ جاتی تو میں اہلِ حدیثوں سے اتنا متنفر تھا کہ اس مسجد میں داخل ہی نہ ہوتا۔

ان کی اس رپورٹ پر جب میں نے غور کیا تو مجھے یہ بات حکمت کے قریب تر محسوس ہوئی کہ لفظ اہلِ حدیث مٹا دیا جائے۔

سوال: علماء میں واٹس ایپ کے بڑھتے ہوئے رجحانات کے متعلق کیا خیال ہے؟

جواب: علماء میں وٹس ایپ کا بڑھتا ہوا رجحان مفید ہے بشرط یہ کہ محدود ہو۔ بڑی بڑی کتابوں کا علم ایک جگہ میسر آ جاتا ہے۔علماء کے باہمی روابط بھی بڑھ رہے ہیں۔

سوال: تعددِ ازواج پر رائے دیں، اپنے تجربات سے مستفید فرمائیں۔

جواب: تعددِ ازواج تو ایک شرعی مسئلہ ہے لیکن معاشرے میں اسے معیوب سمجھا جاتا ہے۔ اس رجحان کو بالکل ختم ہونا چاہیے، اگرچہ یہ آزمائش والا کام ہے۔

میرا تجربہ الحمدللہ بہت اچھا رہا۔ خیر کا پہلو غالب رہا۔ چھوٹے موٹے مسائل تو رہتے ہیں جس میں خاوند کی اپنی کوتاہی بھی شامل ہوتی ہے۔

سوال: دینی وعصری تعلیم کے امتزاج کو کس نظر سے دیکھتے ہیں؟

جواب: دینی وعصری تعلیم کا امتزاج اچھی چیز ہے لیکن کسی ایک تعلیم کو بنیاد ضرور بنانا چاہیے۔ دو کشتیوں کا سوار منزل پر نہیں پہنچتا۔

سوال: موجودہ دور میں نوجوانوں کے لیے سب سے بڑا فتنہ کیا ہے؟

جواب: ہمارے دور میں تو سوشلزم اور کیمونزم کا فتنہ ہوتا تھا جس کا الحمدللہ جہادِ افغانستان نے بیڑا غرق کر دیا۔

اس وقت لادینیت اور سیکولرازم ایک بہت بڑا فتنہ ہے جس کا مقابلہ کرنے کی ضرورت ہے۔

سوال: فتنوں کے دور میں طلبہ بالخصوص ''ابناء العلماء'' کو کیا نصیحت کریں گے؟

جواب: ایک تو میڈیا اور تصاویر کا فتنہ ہے۔اس میں طلبہ کو چاہیے کہ پرانے علماء کی زندگیوں کو سامنے رکھیں، ان کا طرزِ بود و باش اپنائیں۔ پروفیسر حافظ محمد عبداللہ بہاول پوری رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ دین جتنا پرانا ہوتا ہے اتنا ہی خالص ہوتا ہے۔

دوسرے فکری اعتبار سے داعش اور اخوانیت وغیرہ کے فتنے ہیں جو جذباتی جوانوں کو بہت اپیل کرتے ہیں کہ ان سے بچیں اور کبار علماء سے تمسک اختیار کریں۔

علماء کے بیٹوں کو خصوصی طور پر یہ نصیحت ہے کہ وہ اپنے علمی ورثہ کی حفاظت کریں اور بہترین جانشین بنیں۔علماء بھی اسی نہج پر بچوں کی تربیت فرمائیں کہ وہ ان کی مسند پر ان کی جگہ لے سکیں۔

سبحانك اللهم وبحمدك نشهد أن لا إله إلا أنت نستغفرك ونتوب إليك.